پروفیسر جگن ناتھ آزادؔ بحیثیت اقبال شناس

پروفیسر سید مصطفیٰ شاہ
اقبال انسٹیچوٹ آف کلچر اینڈ فلاسفی، یونیورسٹی آف کشمیر
رابطہ 9797726884

[ریاست جموں وکشمیر میں اقبالیات کی تحقیق سے منسوب تین نام بہت اہم ہیں۔ پروفیسر رفیع الدین ہاشمی، محمد الدین فوقؔ اور پروفیسر جگن ناتھ آزادؔ۔ ان کے علاوہ بھی اقبالیات کے موضوع پر بے شمار لوگوں نے کام کیا ہے۔ لیکن جو شہرت اور عزت جموں میں مقیم پروفیسر جگن ناتھ آزادؔ کو ملی وہ کسی اور کو نصیب نہ ہوئی۔ پروفیسر جگن ناتھ آزادؔ نے علامہ اقبالؔ کو موضوع بنا کر درجنوں کتابیں لکھیں ہیں۔ اس مضمون میں راقم نے انہیں نگارشات کو حوالہ بنا کر جگن ناتھ آزادؔ کے مجموعی کام پر ایک نگاہ دوڑائی ہے۔]

علاّمہ اقبالؔ کی ہمہ گیر شخصیت نے علم و ادب اور فن کی دنیا کو آفاقی سطح پر متاثر کیا ہے۔ آپ کے کلام نے ان کے عہد میں ہی محققّین اور ناقدین فن کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ کلامِ اقبالؔ کی عالمگیر اپیل نے اقبالؔ مشرق و مغرب اور عرب وعجم میں بحث و تمحیض کا موضوع بنایا۔ آج تک اقبالؔ کے فکر وفن پر ہزاروں کی تعداد میں مقالات اور کتابیں تحریر ہوئیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ دنیا کی کئی جامعات میں اقبالیات کے شعبے قائم ہوئے ہیں جن میں تحقیق وتدقیق کا کام شدّ ومد سے جاری ہے۔ اس طرح اقبالؔ شناسی علمیت / epistemology کے مستقل شعبے کی حیثیت حاصل کر چکا ہے۔

اقبالؔ شناسی کا آغاز خود اقبالؔ کی ذات سے ہوا ہے۔ اقبالؔ نے علاّم ومشاہیر کے نام خطوط، مقدّماتِ کتب اور خطبات وغیرہ میں اپنے کلام کی تشریح وتوضیح کی ہے۔ شاعری میں بھی کہیں کہیں افکارِ اقبالؔ کا پرتو راست انداز میں سامنے آتا ہے۔ آپ نے اپنی تصنیف ’’ارمغانِ حجاز‘‘ کے ایک قطعہ ’’خاتمہ‘‘ میں اشارہ دیا ہے:

نہ از ساقی نہ از پیمانہ گفتم   حدیثِ عشق بے باکانہ گفتم
شنیدم آنچہ از پاکانِ اُمّت   ترا با شوخیِ رندانہ گفتم[۱]

(ترجمہ: میں نے ساقی کی بات کی ہے نہ پیمانے کی۔ بس عشق کی باتیں بے باکانہ بیان کی ہیں۔ میں نے اُمّت کے پاک بازوں سے جو کچھ بھی سنا ہے، وہ میں نے رندانۂ شوخی سے آپ تک پہنچایا ہے۔)

اس طرح اقبالؔ کی نظر ماضی پر بھی تھی اور عصریت کے ساتھ ساتھ مُستقبل پر بھی تھی۔ اقبالؔ کے احساسات اس نظم میں ملاحظہ فرمائیے:

طوسی و رازی و سینا و غزالی و ظہیر
آہ وہ دلکش مرقّع پھر دکھا سکتا ہوں میں
آئیں اُڑ اُڑ کے پتنگے مصر و روم و شام سے

شمع اک پنجاب میں ایسی جلا سکتا ہوں میں
آزما کر تم ذرا دیکھو مرے اعجاز کو
ڈھونڈتی ہیں جس کو آنکھیں وہ دکھا سکتا ہوں میں
گوش بر آواز تھا مغرب کبھی جس کے لئے
وہ صدا پھر اس زمانے کو دکھا سکتا ہوں میں

اقبالؔ کا مطمّعِ نظر انسانیت کا تفوّق تھا۔ اس نصب العین کو حاصل کرنے کے لیے آپ نے مذاہبِ عالم اور افکارِ عالم کا سنجیدہ، وسیع و عمیق مطالعہ کیا۔ آپ نے حکمائے عالم سے نہ صرف کسبِ فیض کیا بلکہ ان کو اپنی طرف سے بہت کچھ دیا بھی۔ اقبالؔ نے تقلید کے بجائے تحقیق سے کام لے کر افکارِ عالیہ کا تدریجی سفر طے کیا۔ آپ نے ایک باذوق نقاد کی حیثیت سے ردّ و قبول کے مراحل طے کیے۔ مولانا جلال الدین رومیؔ کو اقبالؔ نے اپنا رہبر مانا۔ آپ اپنی مثنوی ''پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق'' میں پیرِ رومیؔ کے بارے میں فرماتے ہیں:

پیرِ رومی مُرشدِ روشن ضمیر
کاروانِ عشق و مستی را امیر ۲ ؎

(ترجمہ : پیرِ رومیؔ ایک روشن ضمیر مُرشد ہیں اور عشق و مستی کے قافلہ کے سالار ہیں۔)

لیکن اس اعتراف کے باوجود بھی اقبالؔ نے رومی کو بہت حد تک نئی معنویت عطا کی۔ یہ اقبالؔ جیسے نابغۂ روزگار کی بڑی دین ہے۔ مالک رام اس حوالے سے یوں رقمطراز ہیں :

> ''اقبالؔ نے رومی سے بہت استفادہ کیا ہے جیسا کہ ان کے کلام سے ظاہر ہے، لیکن اس طرف بہت کم لوگوں کا خیال گیا ہے کہ خود اقبالؔ نے بھی رومیؔ کو بہت کُچھ دیا۔ رومیؔ کی معنویت میں اقبالؔ کی بدولت بہت وسعت پیدا ہوگئی۔'' ۳ ؎

غرض یہ کہ جہاں اقبالؔ نے مشرق و مغرب کے مفکّرین سے استفادہ کیا وہاں انہیں تفوّق انسانیت کی عظیم فکر سے روشناس بھی کیا۔ ان افکارِ عالیہ کو آپ نے ''اسلام'' میں رفعتوں کے ساتھ موجود پایا۔ آپ نے ''فکرِ اسلامی کی تشکیلِ نو'' کر کے اسلام کو ایسے تصوّرات سے نجات دلائی جنھوں نے اسلام کو ترکِ دنیا کا مذہب بنایا تھا۔ اقبالؔ نے مسلمانوں کو سمجھایا کہ اسلام ترکِ دنیا کی نہیں بلکہ تسخیرِ دنیا کی تعلیم دیتا ہے۔ ''جاوید نامہ'' میں آپ فرماتے ہیں ؎

آیۂ تسخیر اندر شان کیست
ایں سپہرِ نیلگوں حیران کیست ۴ ؎

(ترجمہ : قرآن مجید میں آیہ تسخیر کس کی شان میں ہے۔ یہ نیلا آسمان کس کی عظمت پر حیران ہے۔) گویا اللہ تعالٰی نے یہ عظمت

انسان کو بخشی ہے جس کو دیکھ کر آسمان حیرانی کا شکار ہے۔

اقبال نے اس ہمہ جہت فکر میں مابعد الطبیعاتی تصوّرات مثلاً خودی، بے خودی، وجدان، عقل وعشق وغیرہ نئی معنویت کے ساتھ پیش کیے ہیں۔ اس طرح اقبال انسانیت کے سامنے ایک بصیرت افروز فکر کو عام کرنے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے اور یہ دعا بھی کرتے رہے۔

خدایا آرزو میری یہی ہے مرا نورِ بصیرت عام کردے

اللہ نے اُن کی یہ دعا قبول کی تھی جس کا ثبوت یہ ہے کہ اقبال کو اپنے عہد ہی میں بہترین سمجھنے اور سمجھانے والے نصیب ہوئے۔ پروفیسر جگن ناتھ آزاد انہی صفِ اوّل کے اقبال شناسوں میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

جگن ناتھ آزاد کو اقبال شناسی ورثے میں اپنے والد تلک چند محروم سے ملی تھی۔ محروم اپنے فرزند جگن ناتھ آزاد کے سامنے اکثر ذکرِ اقبال کرتے تھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ انہیں کلامِ اقبال پڑھنے کو کہتے تھے۔ رفتہ رفتہ اقبال، آزاد کے ذہن میں سما گئے، لیکن آزاد نے کبھی بھی اپنے محبوب شاعر کو بالمشافہ دیکھنے کی ہمّت نہ کی۔ ایک بار آپ اپنے استاد تاج ور نجیب آبادی کے ہمراہ اقبال سے ملنے کے لیے اُن کے دروازے تک آ گئے لیکن اپنے محبوب شاعر کو بالمشافہ دیکھنے کی ہمّت نہ پا کر واپس لوٹ آئے۔

جگن ناتھ آزاد نے ۱۹۳۶ء سے ہی اقبال کے بارے میں لکھنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ ان کا پہلا مضمون ''اقبال کی منظر نگاری''، ''ہمایوں'' مئی ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا تھا۔ اس زمانے میں اقبال کے چرچے عام ہو رہے تھے۔ جگن ناتھ آزاد کو کلام اقبال ازبر تھا۔ اس وجہ سے آپ ''حافظِ اقبال'' کے نام سے مشہور ہوئے۔ ۱۹۳۸ء میں جگن ناتھ آزاد نے راولپنڈی کا سفر کیا اور وہیں انہوں نے اقبال کے انتقال کی خبر سُنی اور انہیں کافی صدمہ ہوا۔ آپ آخری تقریبات میں شرکت نہ کر سکے تھے۔ آزاد نے ''ماتمِ اقبال'' کے عنوان سے ایک مرثیہ لکھا۔ اس مرثیہ کے چند شعر یوں ہیں:

تو نے سُخن کو زندۂ جاوید کر دیا
تیرے نفس نے دی چمنِ شعر کو بہار
دو گز زمین آہ تجھے راس آ گئی
شہرت پہ تیری تنگ تھا دامانِ روزگار ۵

پروفیسر آزاد کی زندگی عشقِ اقبال سے سرشار تھی اور اس بے لوث عشق کا پرتو آزاد کے تحقیقی مقالات، خطبات اور شاعری میں واشگاف نظر آتا ہے۔ آزادی سے قبل یا فوراً بعد اقبال پر لکھنے والے بعض حضرات نے ان کو اپنی کوتاہ بینی سے محدود کر دیا تھا۔ ایسے لوگوں میں سچدانند سنہا اور علی سردار جعفری وغیرہ پیش پیش تھے۔ ڈاکٹر سنہا نے اقبال پر فاشسٹ ہونے کا الزام لگایا تھا۔ اس طرح کے اور اقبال مخالف رجحانات نے ہندوستان میں اقبال کو شجرِ ممنوعہ بنا یا تھا۔ جگن ناتھ آزاد نے ان حالات کو بھانپ لیا اور معارفِ اقبال کی حیثیت سے ہندوستان میں اقبالیات کے احیائے نو کا عظیم کارنامہ انجام دیا۔ ۱۹۵۵ء میں جگن ناتھ آزاد نے جموں وکشمیر

یونیورسٹی کے وائس چانسلر اصغر علی فیضی کی فرمائش پر مندرجہ ذیل عنوانات پر لیکچر تیار کیے :-

''۱۔کلامِ اقبالؔ کا ہندوستانی پسِ منظر

۲۔اقبالؔ کے کلام کا صوفیانہ لب ولہجہ

۳۔اقبالؔ اور اس کا عہد'' ۶؎

ان مقالات کی تیاری کے بعد جگن ناتھ آزادؔ کو جموں وکشمیر یونیورسٹی میں لکچر دینے کی اجازت نہیں ملی۔ کچھ عرصہ بعد یہ لیکچر ۱۹۶۰ء میں پہلی بار ''اقبالؔ اور اس کا عہد'' کے نام سے ادارۂ انیس اردو، الہ آباد سے شائع ہوئے۔ جگن ناتھ آزادؔ نے اس کتاب میں فکرِ اقبالؔ کی عصری معنویت کو اجاگر کرتے ہوئے ہندوستان میں اقبالؔ مخالف رجحان کا مسکت جواب دیا۔ آپ لکھتے ہیں :

''اقبالؔ کی شخصیت ایک جلوۂ صد رنگ، بلکہ ہزار رنگ کا مرقّع ہے لیکن کوتاہ بین نگاہوں نے صرف ایک ایک پہلو کو دیکھا اور وہ بھی نامکمل طور پر۔ اگر ایک ہی پہلو پر پورے خلوص اور جامعیت کے ساتھ نظر ڈالی جاتی تو ہندوستان کی تمدّنی فضا آج سے بہت مختلف ہوتی۔''۷؎

اس کتاب کے پہلے مقالہ ''شعر اقبال کا ہندوستانی پس منظر'' میں آزادؔ نے دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ فکرِ اقبالؔ کا ایک اہم سرچشمہ ہندوستانی تہذیب ہے۔ آپ لکھتے ہیں :

''آج تک شاید ہی کوئی اردو یا فارسی کا ہندوستانی شاعر ایسا نظر آئے جس نے قدیم بھارتی سنسکرتی کو اس احترام کی نگاہ سے دیکھا ہو جس سے علامہ اقبالؔ نے دیکھا ہے اور اس سے اس قدر فیض حاصل کیا ہو جس قدر اقبالؔ نے کیا۔'' ۸؎

آزادؔ نے اس مقالے میں کلام اقبالؔ کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ کلامِ اقبال کی جامعیت میں ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کے عناصر ہر جگہ نمایاں ہیں۔ آزادؔ نے اقبالؔ کی نظم ''آفتاب'' کا شذرۂ تمہیدی، جو آج کلامِ اقبالؔ میں مفقود ہے، پیش کر کے کئی حقائق سامنے لائے ہیں۔ اس شذرہ میں اقبالؔ نے بتایا کہ ''آفتاب رگ وید میں شامل مشہور دعا ''گایتری'' کا ترجمہ ہے۔'' اقبالؔ لکھتے ہیں:

''ترجمہ کرنے کو تو میں نے کر دیا مگر مجھے اندیشہ ہے کہ سنسکرت دان اصحاب اس پر وہی رائے قائم کریں گے جو چیپ مین نے پوپ کا ترجمہ ہومر پڑھ کر قائم کی تھی یعنی شعر تو خاصے ہیں لیکن یہ گایتری نہیں ہے'' ۹؎

آزادؔ نے اس پورے مقالے میں لکھا ہے کہ اقبالؔ ''توحید'' کو مذاہب کی مشترکہ میراث مانتے ہیں۔ نظم ''تصویرِ درد'' کے حوالے سے آزادؔ نے سمجھایا ہے کہ اقبالؔ امتیازِ رنگ وخوں کے مخالف تھے اور اسے قوم کی تنزلی کا باعث مانتے تھے۔

اقبالؔ کے مجموعۂ کلام ''پیامِ مشرق'' کے حوالے سے آزادؔ نے لکھا ہے :

''پیامِ مشرق صرف کشمیر اور غنیؔ کشمیری کے ذِکر سے لبریز نہیں ہے بلکہ ہندوستان کی غلامی پر اشعار

اقبالؔ کو ان ممتاز شخصیتوں میں لے آتے ہیں جنھوں نے ہندوستان کو بند غلامی سے چھڑانے کے لیے عملی جدّ و جہد میں حصّہ لیا'' ۱۰؎

اس مقالے میں آزادؔ نے کئی شخصیات کا ذکر کیا جن کے ساتھ اقبالؔ فکری طور وابستہ رہے ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے جمال الدین افغانی اور خوشحال خان خٹک کا ذکر کیا جن کے یہاں وطنیت کا سیاسی تصوّر نمایاں ہے۔ آزادؔ نے اقبالؔ کی نظم ''خوشحال خان خٹک کی اپنے مریدوں سے وصیّت'' بھی پیش کی ہے۔ اقبالؔ کی نظم ''بندگی نامہ'' کے حوالے سے آزادؔ لکھتے ہیں کہ اس نظم کے اوّلین مخاطب اقبالؔ کے اپنے ہم وطن ہیں۔ آزادؔ لکھتے ہیں:

''یہی سبب ہے کہ اس مثنوی میں تمام اشارے اور تلمیحات ہندوستانی ہیں۔'' ۱۱؎

''جاوید نامہ'' کے حوالے سے آزادؔ نے مدلّل بحث کی ہے۔ آپ نے اقبالؔ کی اس شاہکار تصنیف میں ہندوستان کی پاکیزہ روحانی فکر کی نشاندہی کی ہے۔ اس تصنیف میں اقبالؔ نے جس عارف ہندی ''جہاں دوست'' کا ذکر کیا اس بارے میں آزادؔ رقمطراز ہیں:

''جہاں دوست'' کا لغت کی رو سے ترجمہ کرتے ہوئے عام طور پر معنیٰ ''وشوامتر'' لکھ دئے گئے ہیں لیکن علامہ کے اشعار میں ''جہاں دوست'' کی جو وضاحت کی گئی ہے اس سے یہ راز کھلتا ہے کہ جہاں دوست وشوامتر نہیں بلکہ شِو جی مہاراج ہیں۔'' ۱۲؎

''جاوید نامہ'' اقبالؔ کا افلا کی سفر ہے جو اُنہوں نے اپنے مُرشد مولانا رومیؔ کی رہنمائی میں طے کیا۔ آزادؔ نے حاشیے میں وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

''یہ سفر اس انداز کا سفر ہے جو دانتے نے اپنی محبوبہ بیترس کی جستجو کے لیے ورجل کی رہنمائی میں کیا ہے۔ جہاں سے دانتے کا سفر ختم ہوتا ہے وہاں سے اقبالؔ کا سفر شروع ہوتا ہے۔'' ۱۳؎

اس پورے سفر کے دوران اقبالؔ جن دیگر ہندوستانیوں سے مُستفید ہوتے ہیں، ان میں بھرتری ہری اور سلطان شہید یعنی ٹیپو سلطان بھی شامل ہیں۔ اقبالؔ، بھرتری ہری کے سامنے ہندوستان کی بے چینی اور بے بسی یوں بیان کرتے ہیں:

ہندیاں را دیدہ ام در پیچ و تاب
سرِّ حق، وقت است، گوئی بے حجاب ۱۴؎

(ترجمہ: میں نے اہلِ ہند کو بے قرار دیکھا ہے اب یہ وقت ہے کہ تُو حق کا راز کھُل کر یا واضح بیان کردے۔)

آزادؔ لکھتے ہیں:

''اس کے جواب میں بھرتری ہری اقبالؔ کو وہ پیغام دیتے ہیں جسے گیتا کی تعلیم کا نچوڑ کہا جا سکتا ہے۔'' ۱۵؎

زیرِ نظر مقالے میں جگن ناتھ آزادؔ نے سلطان شہید ٹیپو اور اقبالؔ کی ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ آزادؔ نے ٹیپو سلطان کی آراء کو اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کیا ہے:

''کاویری ندی بھی زندہ رود ہے تو بھی زندہ رود ہے۔'' تو یہ پیغام کاویری تک پہنچائے گا تو گویا نغمے

میں نغمہ شامل ہوجائے گا۔''۱۶

غرضیکہ آزاد نے مفصّل انداز میں کلامِ اقبال میں ہندوستانی فکری وتہذیبی عناصر کی نشاندہی کر کے معترضین کو مسکت جواب دیا۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ اقبال نے جس فکر سے انسانیت کی شب تاریک کو سحر میں بدل دیا اس کے پسِ منظر میں ہندوستانی افکار عالیہ واشگاف ہیں۔

اس کتاب کے دوسرے مقالے ''کلامِ اقبال میں صوفیانہ لب ولہجہ'' کلام اقبال کے حوالوں سے تصوّف کی اصلیت اور مسائل کو واضح کیا ہے۔ آپ نے اقبال کی تصنیفات کے حوالے سے اسلامی تصوّف اور وحدت الوجود کو حقایق کا ترجمان بن کر واضح کیا۔ آزاد لکھتے ہیں:

> ''اقبال نے تصوّف میں سے زندہ و پائندہ عناصر چُن چُن کر اسلام کو واپس لوٹائے۔ اسلامی اور غیر اسلامی تصوّف میں ایک واضح لکیر کھینچی اور اسلام اور بنی نوع انسان کی ایک بہت بڑی خدمت انجام دی۔'' ۱۸؎

جہاں تک ''وحدت الوجود'' کا تعلق ہے اقبال ابتداء میں اس کے زبردست مخالف تھے اور اسے غیر اسلامی کہتے رہے۔ آزاد لکھتے ہیں کہ اقبال ۱۹۲۲ء کے بعد اس نظریے کے قائل ہوئے۔ آپ لکھتے ہیں:

> ''اقبال ایک زمانے تک شنکر آچاریہ اور شیخ اکبر کی تعلیم وحدت الوجود کو ایک ہی سمجھتے رہے اور دونوں کو غیر اسلامی کہتے رہے لیکن جب ان پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ شیخ موصوف اور شنکر آچاریہ اس نکتے پر متفق ہیں کہ حقیقی معنی میں صرف حق تعالیٰ ہی موجود ہے لیکن اس کے علاوہ دیگر امور میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور شیخ اکبر نے قرآن اور حدیث ہی اپنے نظام کا ماخذ بنایا ہے تو انہوں نے شیخِ اکبر کے نظریے کی مخالفت ترک کر دی۔'' ۱۹؎

دراصل بقولِ آزاد، اقبال نے تصوّف اور وحدت الوجود کو صرف صحیح اسلامی معنویت کے ساتھ قبول کیا۔

اس کتاب یعنی ''اقبال اور اس کا عہد'' کے تیسرے مقالے میں آزاد نے اقبال اور اس کے عہد کے حوالے سے اُن کے فکر وفن پر مفصّل بحث کی ہے۔ اس مقالے میں آزاد نے اقبال پر کئے گئے کئی اعتراضات کے بے مثال جواب دئے۔ آزاد، اقبال کے فکر وفن کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''اقبال نے ہماری توجّہ شعر کے نام نہاد حُسن سے ہٹا کر موضوع ومعانی کی طرف مبذول کی۔ اس موضوع ومعنی کی طرف جو الفاظ سے ہم آہنگ ہو کر شعر دل نشین کی تشکیل کا باعث بنتا ہے۔ ۲۰؎

اقبال کئی زبانوں کے ماہر تھے، مثلاً عربی، فارسی، انگریزی، اردو اور پنجابی وغیرہ۔ اقبال نے ان زبانوں سے منسلک تہذیبوں کا بھی وسیع مطالعہ کیا تھا۔ آزاد نے اقبال کو ایک مضبوط پُل سے تعبیر کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

> ''نطشے نے 'بقولِ زردشت' میں کہا ہے کہ انسان کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ وہ ایک منزل ہے اور جہاں تک مشرقی اور مغربی فلسفے کو آپس میں ملانے کا تعلق ہے اقبال کی عظمت یہ ہے کہ انہوں نے ایک مضبوط پُل کا کام کیا۔'' ۲۱؎

مجموعی طور پر اس کتاب کے مطالعہ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ جگن ناتھ آزادؔ نے نہایت ہی مدلل انداز میں اقبالؔ کے مخالفین کی آرا کو مسترد کر کے کلامِ اقبالؔ کی آفاقیت واضح کی۔

اقبالیات کے سلسلے میں آزاد کی تین کتابیں سوانح نگاری کے زمرے میں آتی ہیں جو اس طرح سے ہیں :

۱۔ اقبالؔ کی کہانی

۲۔ اقبالؔ، زندگی، شخصیت اور شاعری

۳۔ اقبالؔ۔ ایک ادبی سوانح حیات

جگن ناتھ آزادؔ نے ان تینوں کتابوں کو منفرد انداز سے قارئین کی عمر کو ملحوظ رکھ کر ترتیب دیا ہے۔

اقبالؔ کی کہانی۔ جگن ناتھ آزاد نے یہ کتاب ترقّی اردو بورڈ وزارت تعلیم حکومتِ ہند کی فرمائش پر تحریر کی ہے۔ اس کتاب میں جگن ناتھ آزاد نے کہانی کے انداز میں بچوں کے لئے اقبالؔ اور اس کے کلام کا انتخاب پیش کیا ہے۔ کلام کا انتخاب ''بانگِ درا'' کی نظموں اور غیر مطبوعہ کلام پر مشتمل ہے۔ غیر مطبوعہ کلام کی نظمیں ''شہد کی مکھّی''، ''جہاں تک ہو سکے نیکی کرو''، ''چند نصیحتیں مصنّف نے ''مخزن'' اور دوسرے رسائل سے اخذ کی ہیں۔ مجموعی طور پر یہ کتاب بچّوں کی نفسیات کے حوالے سے اہم ہے۔ اس کتاب پر آزادؔ کو ایوارڈ بھی ملا ہے۔

''۱۹۷۹ء میں بہار اردو اکیڈمی پٹنہ نے آزاد کو ''اقبال کی کہانی'' پر ایوارڈ سے نوازا'' ۲۲؎

''اقبالؔ، زندگی، شخصیت اور شاعری'' اور ''اقبال ایک ادبی سوانح حیات'' بھی آزادؔ نے مخصوص انداز میں علامہ اقبالؔ کی سوانح لکھی۔ محمد منظور عالم اپنی کتاب ''جگن ناتھ آزاد۔ فکر و فن'' میں ان کتابوں پر اس طرح رائے دیتے ہیں۔

> ''آزاد نے مذکورہ تینوں کتابوں میں اقبالؔ کی پیدائش، ان کی عادات و اطوار، تعلیم و تربیت اور ان کی شاعری کا سرسری ذکر کیا ہے۔ البتہ ان کی تیسری کتاب میں سوانح حیات کسی قدر مفصّل ہے۔'' ۲۳؎

اقبالؔ کی ادبی سوانح حیات پانچ حصّوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے حرفِ اوّل میں آزاد نے اقبالؔ پر اپنے اجمالی کام کا خاکہ کھینچا ہے۔ آزادؔ نے کتاب کے باضابطہ آغاز سے پہلے اقبالؔ کے تاثرات قلمبند کئے ہیں۔

> ''اگر وہ باتیں جو میرے دل میں پوشیدہ ہیں، کبھی سامنے آجائیں تو مجھے یقین ہے، دنیا میرے انتقال کے بعد ایک نہ ایک دن بالضرور میری پرستش کرے گی، وہ میری کوتاہیوں کو بھلا دے گی اور آنسوؤں کی شکل میں خراجِ تحسین ادا کرے گی۔'' ۲۴؎

اس کتاب میں آزاد نے عہدِ اقبالؔ کی خوب صورت عکّاسی کی ہے۔ اس کتاب کو مصنّف نے پانچ حصّوں میں الگ الگ عنوانات کے تحت تقسیم کیا ہے۔ پہلا حصّہ بچپن اور تعلیم و تربیت، دوسرا اقبالؔ لاہور میں، تیسرا یورپ میں تین برس، چوتھا مصروف زندگی کے بیس سال پانچواں اور آخری حصّہ آخری آٹھ برس پر مشتمل ہے۔ اس پوری کتاب میں آزاد نے اقبالؔ کی زندگی، فکر و فن، یورپ میں قیام اور معاصرین کے ساتھ روابط کا بہترین خاکہ کھینچا ہے۔ آزادؔ نے قیامِ یورپ کے دوران اقبالؔ کی طرح طرح کی

ذہنی کشمکش کا ذکر کیا ہے۔اس ذہنی کشمکش کے دوران اقبال نے شاعری کو"تضیعِ اوقات"سمجھ کر ترک کرنے کا بھی ارادہ کیا تھا۔

مدیر"مخزن"،سر شیخ عبدالقادر بھی اُس زمانے میں لندن میں مقیم تھے۔لہٰذا حتمی فیصلے کے لئے دونوں پروفیسر آرنلڈ کے پاس گئے۔آزاد لکھتے ہیں:

"یہ اردو شاعری اور اردو ادب کی خوش قسمتی ہے کہ آرنلڈ نے عبدالقادر کی حمایت کی اور اقبالؔ سے کہا کہ آپ کی شاعری وہ شاعری نہیں ہے جسے تضیع اوقات کہا جائے بلکہ آپ کی شاعری زندگی کی آئینہ دار اور خوب سے خوب تر کی جستجو کا ایک ذریعہ ہے۔" ۲۵۔

آزاد نے بتایا کہ اقبالؔ کی دوسری ذہنی کشمکش کا سبب تعلیم اسلام کے متعلق بعض ایسی کتابیں ہیں جن کا اصلاً اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔آزاد لکھتے ہیں :

"یہی وہ زمانہ تھا جب انہوں نے شیخ محی الدین عربی کی"فصوص الحکم"اور شیخ شہاب الدین سہروردی کی"حکمت الاشراق"کا متعدد بار بالاستیعاب مطالعہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ اگرچہ ان بزرگوں کے علم وذوق میں کوئی کلام نہیں لیکن ان کتابوں میں اکثر مندرجات کو اسلام سے کوئی واسطہ نہیں" ۲۶۔

اس کتاب میں مصنّف نے اقبالؔ کے بیگم عطیہ فیضی کے ساتھ روابط کا بھی ذکر کیا ہے۔مصنّف نے اقبالؔ کی زندگی کے ۱۹۱۴ء سے ۱۹۳۰ء تک کے زمانے کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔اس زمانے میں اقبالؔ پر"اسلام دشمن"اور"مرتد"جیسے فتوے دئے گئے۔

"لیکن اقبالؔ پر ان فتووں کا کوئی اثر نہ ہوا اور وہ اپنے علمی اور ادبی کام میں منہمک رہے۔"۲۷۔

مجموعی طور پر یہ کتاب تحقیقی مقالے سے زیادہ پیامِ اقبالؔ کو عام کرنے کی مساعیٔ جمیلہ ہے۔یاسمین کوثر اپنی کتاب"جگن ناتھ آزاد بطور اقبال شناس"میں رقمطراز ہیں :

"یہ درست ہے کہ عام قارئین کے لئے یہ مفید اور معلومات افزا سوانح حیات ہے۔اس سے طالب علم بھی مستفید ہو سکتے ہیں۔" ۲۸۔

آزاد نے کشمیر اور اہلِ کشمیر کے ساتھ اقبالؔ کے تعلق خاطر کو کئی مقالات اور کتابوں میں موضوع بحث بنایا۔آزاد فرماتے ہیں:

"تنم گُلے زخیابانِ جنّت کشمیر"، یعنی میرا جسم جنّت کشمیر کے خیابان کا پھول ہے۔اس کے علاوہ کشمیر کے ساتھ اقبالؔ کا ایک روحانی تعلق بھی تھا اور وہ تعلق حیات اقبال میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔"۲۹۔

جس طرح اقبالؔ کا کشمیر اور اہل کشمیر کے ساتھ تعلق خاطر رہا ہے اسی طرح کشمیریوں کا بھی اقبالؔ کے ساتھ تعلق قائم ہے۔بقول آزاد:

"ذکر اقبالؔ اہلِ کشمیر کے لئے ایک موضوع نہیں بلکہ ایک تہذیبی انداز فکر اور ایک طرح کا رجحان طبع ہے۔"۳۰۔

کشمیر کے ساتھ اقبالؔ کی وابستگی اور دل بستگی کو ظاہر کرنے کے لیے جگن ناتھ آزاد نے"اقبال اور کشمیر"نام کی کتاب لکھی۔آزاد نے کلامِ اقبالؔ کے اوّلین جوہر شناس کے باب میں ان کشمیری مصنّفین کا ذکر کیا ہے جنہوں نے سب سے پہلے اقبالؔ کی حیات اور فکر وفن کے حوالے سے مساعی کی۔ان اقبالؔ شناسوں میں منشی محمد دین فوقؔ،مولوی احمد الدین ایڈوکیٹ وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

مصنّف نے فوقؔ کے علمی و ادبی کارناموں کا نہایت ہی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

''کشمیری میگزین'' فوقؔ کا ماہنامہ جریدہ تھا۔اس جریدے میں ''انجمن کشمیری مسلمانانِ لاہور'' کی رودادیں اور اقبالؔ کی نظمیں با قاعدگی سے شائع ہوتی تھیں۔اس کے علاوہ ''حالاتِ اقبالؔ'' کے تعلق سے اس جریدے میں مضامین شائع کیے جاتے تھے جو بعد میں فوقؔ نے کتابی صورت میں ''حالاتِ اقبالؔ' کے نام سے شائع کی ہے۔آزادؔ نے اس کتاب کے علاوہ فوقؔ کی کتاب ''مشاہیرِ کشمیر'' کا تحقیقی جائزہ بھی لیا ہے۔اس کے علاوہ اقبالؔ کے کئی خطوط منشی محمد الدین فوقؔ کے نام بھی اس کتاب کا حصّہ ہیں۔سفرِ کشمیر کا جائزہ لیتے ہوئے آزادؔ نے تحقیقاً ثابت کیا ہے کہ اقبالؔ صرف ایک بار کشمیر آئے تھے۔آزادؔ لکھتے ہیں :

> ''کشمیر میں بعض معمّر حضرات کہتے ہیں کہ اقبالؔ اس کے بعد بھی دو تین بار کشمیر آئے۔میرے نزدیک یہ خیال صحیح نہیں ہے۔مذکورہ سفر اقبالؔ کا پہلا اور آخری سفرِ کشمیر تھا۔'' ۳۱؎

اقبالؔ تحریک آزادی کشمیر کے زبردست حامی تھے۔آپ چاہتے تھے کہ کشمیر آزادی حاصل کر کے کھویا ہوا مقام پائے۔

''نطشے سے غنی کشمیری'' تک کے باب میں آزادؔ نے ''جاوید نامہ'' کے باب میں ''آنسوئے افلاک'' کے بارے میں لکھا ہے:

> ''یہی وہ باب ہے جس میں کشمیر کے حال زار پر اقبالؔ کا دل تڑپ اُٹھا۔'' ۳۲؎

کشمیریوں کی مظلومیت ہمیشہ اقبالؔ کو بے چین رکھتی تھی۔انہوں نے اپنے کلام سے مسئلے کے بہترین اور پائیدار حل پر زور دیا تھا۔جگن ناتھ آزادؔ رقمطراز ہیں:

> ''جہاں تک مسئلہ کشمیر کا تعلق ہے اُسے محض ایک سیاسی کشمکش کا رنگ دے کر منزل آزادی کے رہروؤں کے لیے فقط دنیاوی رستہ پیش نہیں کیا بلکہ اسے دین کے ساتھ وابستہ کر کے اسے ایک رفعت اور عظمت عطا کی۔'' ۳۳؎

اس قسم کی سیاست کو آزادؔ حُبِّ آدم کی سیاست کہہ کر گاندھی،ابوالکلام آزاد،جواہر لال نہرو اور شیخ محمد عبداللہ کی سیاست کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔

اس کتاب پر اقبالؔ کو جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز سری نگر نے ایوارڈ سے نوازا۔۱۹۸۱ء میں آل انڈیا میرؔ اکیڈمی لکھنو نے بھی اس کتاب پر ''میرؔ ایوارڈ'' دیا۔ ۳۴؎

مجموعی طور پر یہ کتاب اقبالؔ شناسی میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔یہ کتاب اقبالؔ شناسی کی نئی منزلوں کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔

اقبالؔ نمائش۔۔اندر کمار گجرال سابق مرکزی وزیر برائے اطلاعات ونشریات نے ۲۷/اکتوبر ۱۹۷۳ء کو سری نگر میں اقبال نمائش کا افتتاح کیا۔اس نمائش کی تمام تر ذمّہ داری جگن ناتھ آزادؔ نے نہایت خوش اسلوبی سے انجام دی۔آزادؔ نے اس نمائش کی تصاویر میں سے انتخاب کر کے ایک البم بنایا اور اس کو پبلی کیشنز ڈویژن حکومت ہند نے ''مرقّعِ اقبالؔ'' کے نام سے شائع کیا۔آزادؔ نے اقبالؔ کا شجرۂ نسب،توقیتِ اقبال،ان کی اسناد اور بعض خطوط کے عکس اور تصاویر سے جاندار مرقعِ اقبالؔ تیار کیا۔ڈاکٹر منظر اعظمی لکھتے ہیں:

"مرقعِ اقبالؔ میں نہایت ہی نفاست کے ساتھ اقبالؔ کی مستند کہانی تصویروں کی زبانی بیان ہوئی ہے۔"۳۵؎

۱۹۷۷ء میں جگن ناتھ آزادؔ مرکزی سرکار کی ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد جموں یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے سربراہ بنائے گئے۔ یونیورسٹی کے علمی و ادبی ماحول میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے آپ نے اقبالؔ کے شاہکار کلام "جاوید نامہ" کا ترجمہ کیا۔

"نشانِ منزل" آزاد کے تنقیدی مقالات کا مجموعہ ہے۔ اس پورے مجموعے میں دو مقالے (۱) "حسرتؔ موہانی اور اقبال" (۲) "اقبالؔ صرف مسلمانوں کے شاعر؟" اقبالیات سے متعلق ہیں۔ پہلے مقالے میں آزاد نے دو ہم عصر شعراء حسرتؔ اور اقبالؔ کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے۔ انہوں نے دونوں کا سیاسی مسلک، تصوف اور اشتراکیت پر علمی بحث کی ہے۔ حسرتؔ کے یہاں روایتی طرح کا تصوف پایا جاتا ہے۔ اقبالؔ کے یہاں تصوف خالص اسلامی صفات کا حامل ہے۔ آپ ایسے تصوف کو رد کرتے ہیں جس میں ترکِ دنیا کی تعلیم ملتی ہے۔ اس مجموعے کے دوسرے مقالے "اقبالؔ صرف مسلمانوں کے شاعر؟" میں ناقدانہ انداز میں اس بڑے مغالطے کو رد کر دیا گیا۔ اس مقالے میں کہا گیا ہے کہ افکارِ اقبالؔ کا بنیادی سرچشمہ "قران اور حدیث" ہے۔ آپ لکھتے ہیں :

> "اس حقیقت کو کہ اقبالؔ کا سرچشمۂ افکار بنیادی طور پر قرآن اور حدیث ہیں۔ اس طرح پیش کرنا کہ اقبالؔ ہندو اور مسلمان کے تنگ دائروں سے باہر نہ نکل سکیں، کلامِ اقبال اور فکرِ اقبالؔ کے انتہائی بے احتیاط اور غیر ذمّہ دارانہ مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ اقبالؔ کو اس طرح محدود کر دینے سے اقبالؔ اور اسلام دونوں کے ساتھ انصاف نہیں ہو سکے گا۔" ۳۶؎

اس مقالے میں آزادؔ نے بتایا ہے کہ اقبالؔ کے پہلے مخاطب مسلمان ہیں لیکن اکثر آپ نے انسانیت کی بات کہی ہے۔ آپ نے کلامِ اقبالؔ کے امثال سے واضح کیا ہے کہ اقبالؔ کے کلام میں آفاقیت پائی جاتی ہے۔ "نشانِ منزل" میں دو ریڈیائی نشریات بھی ہیں جن میں اقبالؔ کا تقابلی مطالعہ غالبؔ سے کیا گیا ہے اور ایک مضمون میں اقبالؔ عالمی کانگریس کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

۱۹۸۲ء میں جگن ناتھ آزادؔ نے "فکرِ اقبالؔ کے بعض اہم پہلو" کے نام سے ایک معرکتہ آلارا کتاب مرتّب کی۔ اس کتاب میں ۲۴ مقالے شامل ہیں جن میں تین فلسفۂ خودی پر ہیں اور دو مسجد قرطبہ پر، بقیہ دیگر مقالے افکارِ اقبالؔ پر مبنی ہیں۔ اس کے علاوہ اقبالؔ عالمی کانگریس کی روداد بھی اس کتاب میں شامل ہے۔ اس اقبالؔ عالمی کانگریس میں جگن ناتھ آزادؔ نے سیالکوٹ میں قلعے سے علامہ اقبالؔ کے مکان تک ایسے جلوس کی راہنمائی کی جس میں ایک سواسّی مندوبین دنیا کے مختلف حصوں سے تشریف لائے تھے۔

جگن ناتھ آزادؔ نے تضمینِ اقبالؔ کے تعلق سے ایک مجموعۂ کلام "نذرِ اقبالؔ" بھی مرتّب کیا تھا۔ یہ مجموعہ کلام ۱۹۴۷ء کے ہنگاموں کے باعث شائع نہ ہو سکا تھا۔ لیکن اس کی بعض نظمیں جگن ناتھ آزادؔ کے مجموعہ کلام "بیکراں" میں شامل ہیں۔

"نذرِ اقبالؔ" کا دیباچہ سر عبدالقادر نے لکھا تھا جو بعد میں حمیدہ سلطان احمد کی کتاب "جگن ناتھ اور اس کی شاعری" میں "نذرِ اقبالؔ" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ سر عبدالقادر اس مجموعے کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "اب جناب آزاد چند نظمیں لکھ کر شائع کر رہے ہیں، جن کا موضوع خود اقبالؔ اور کلامِ اقبال ہے۔ یہ گویا عقیدت کے پھول ہیں جو نچھاور کئے ہیں۔" ۳۷؎

جگن ناتھ آزادؔ کو جموں یونیورسٹی سے ڈی۔لٹ اور پروفیسر ایمرٹس جیسے اعزازات سے نوازا گیا۔آپ اقبال انسٹی ٹیوٹ آف کلچر اینڈ فلاسفی یونیورسٹی آف کشمیر میں ''ہندوستان میں اقبالیات اور دوسرے توسیعی لیکچر'' کے عنوان سے لیکچر دے چکے ہیں۔اس ادارے نے اسی عنوان سے ان لیکچروں کو کتابی صورت میں بھی شائع کیا ہے۔

آزادؔ نے اقبالؔ کو ''جلوۂ ہزار رنگ کا مرقّع'' کہا ہے۔انہوں نے اقبال شناسی سے ہر سطح پر اقبال کی عصری معنویت اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔عالمی سطح پر انگریزی دان طبقے کے لیے انہوں نے کئی مقالات کے علاوہ دو منفرد اسلوب کی کتابیں لکھیں۔"Iqbal Art and Mind" میں اقبالؔ کے فکروفن کا اعتراف آزادؔ نے یوں کیا ہے :

"Iqbal's greatness does not lie in his political views but in his creative art, which derives inspiration from four sources, Islam, Western thoughts, Hindu philosophy and last but not least his ownself or ego." 38

آزادؔ نے اپنی دوسری انگریزی کتاب میں اقبالؔ کی شاعری اور فلسفے کی عالمگیر اپیل امثالِ کلامِ اقبالؔ سے واضح کی ہے۔

جگن ناتھ آزادؔ نے ''رودادِ اقبال'' کے نام سے ایک جامع منصوبہ پر بھی کام کیا ہے۔جب آزاد اس جامع منصوبے کو شائع کرنے کے مراحل میں تھے تو دریائے توی کے ۱۹۸۸ء کے سیلاب نے سارا کام بگاڑ دیا۔

اس سانحہ سے جگن ناتھ آزادؔ دل برداشتہ ہو گئے۔اب وہ ان سیلاب زدہ مسوّدات کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے تھے۔اس دوران اُن کے ایک مخلص ساتھی 'امین بنجارا' نے اس سیلاب بُرد مواد کو مرتب کر کے پہلی جلد کی اشاعت کا اہتمام کیا۔

افسوس اسی دوران ۲۰۰۴ء میں جگن ناتھ آزادؔ انتقال فرما گئے۔اُن کے انتقال کے ایک سال بعد ۲۰۰۵ء میں امین بنجارا نے ''رودادِ اقبالؔ'' مرتب کر کے شائع کی۔آزاد کی اہلیہ وملا دیوی سے اس جلد کی رسم رونمائی انجام دلوائی گئی۔امین بنجارا لکھتے ہیں:

> ''رودادِ اقبالؔ پروفیسر جگن ناتھ آزادؔ کے لئے محض ایک پروجیکٹ ہی نہیں بلکہ یہ موضوع علامہ اقبال کے تئیں ان کا وہ ازلی اور ابدی عشق تھا۔جس کی ابتدا اُن کے لڑکپن ہی میں ہوئی اور اپنی حیات کے آخری لمحے تک وہ اس عشق کو نبھاتے رہے۔'' ۳۹

اس عظیم الشان پروجیکٹ کا جتنا حصّہ اب تک مرتب ہوا ہے وہ زبانِ حال سے اپنی جامعیت اور ہمہ گیری کا عکاس ہے۔

اس مختصر سے مقالے میں جگن ناتھ آزادؔ کی اقبالؔ شناسی کا اجمالی جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔دراصل آزادؔ نے اقبالؔ کی کثیر الابعاد شاعری پر جو وسیع اور وقیع سرمایہ چھوڑا ہے وہ اقبالیات پر ایک قاموس کی حیثیت رکھتا ہے۔لہٰذا اقبالؔ شناسی کے حوالے سے جگن ناتھ آزادؔ کا سرمایہ جامع تحقیق کا متقاضی ہے۔

حواشی و حوالہ جات:

۱	محمد اقبالؔ	ارمغان حجاز فارسی
۲	محمد اقبالؔ	پس چہ باید کرد اے اقوام شرق مشمولہ کلیاتِ اقبالؔ فارسی ص ۹۱۲ ترجمہ پروفیسر حمید اللہ شاہ ہاشمی
۳	مالک رام	تعارف مشمولہ ''افکارِ رومی'' مصنّف مولانا عبدالسلام خان ص ۸
۴	محمد اقبالؔ	جاوید نامہ مشمولہ کلیاتِ اقبالؔ فارسی ترجمہ و فرہنگ از پروفیسر حمید اللہ شاہ ہاشمی
۵	جگن ناتھ آزادؔ	بیکراں ص ۱۳۳
۶	جگن ناتھ آزادؔ	اقبالؔ اور اس کا عہد
۷	جگن ناتھ آزادؔ	اقبالؔ اور اس کا عہد ص ۱۵
۸	جگن ناتھ آزادؔ	اقبالؔ اور اس کا عہد ص ۱۶
۹	ایضاً	ایضاً ص ۱۶
۱۰	ایضاً	ایضاً ص ۲۸
۱۱	ایضاً	ایضاً ص ۳۰
۱۲	ایضاً	ایضاً ص ۳۲
۱۳	ایضاً	ایضاً ص ۳۲
۱۴	محمد اقبالؔ	جاوید نامہ مشمولہ کلیاتِ اقبالؔ ترجمہ پروفیسر حمید اللہ شاہ ہاشمی ص ۱
۱۵	جگن ناتھ آزادؔ	اقبالؔ اور اس کا عہد ص ۴۵
۱۶	جگن ناتھ آزادؔ	اقبال اور اس کا عہد ص ۴۷
۱۷	محمد اقبالؔ	جاوید نامہ مشمولہ کلیاتِ اقبال فارسی ص ۸۷۹
۱۸	جگن ناتھ آزادؔ	اقبالؔ اور اس کا عہد ص ۷۲
۱۹	ایضاً	ایضاً ص ۸۷
۲۰	ایضاً	ایضاً ص ۹۹
۲۱	جگن ناتھ آزادؔ	اقبال اور اس کا عہد ص ۱۲۷
۲۲	العطش	جگن ناتھ آزادؔ نمبر ص ۱۷
۲۳	محمد منظور عالم	جگن ناتھ آزادؔ، فکر و فن ص ۱۷۲
۲۴	جگن ناتھ آزادؔ	اقبالؔ۔ ایک ادبی سوانح حیات ص ۱۶
۲۵	جگن ناتھ آزادؔ	محمد اقبالؔ۔ ایک ادبی سوانح حیات ص ۵۷
۲۶	جگن ناتھ آزادؔ	ایضاً ص ۵۷
۲۷	ایضاً	ایضاً ص ۱۰۸

۲۸　یاسمین کوثر　جگن ناتھ آزاد بطور اقبال شناس ص ۱۲۹

۲۹　جگن ناتھ آزاد　محمد اقبال۔ ایک ادبی سوانح حیات ص ۱۱۰

۳۰　ایضاً　ایضاً　ص ۱۱۶

۳۱　ایضاً　ایضاً　ص ۱۱۶

۳۲　ایضاً　اقبال اور کشمیر ص ۱۶۳

۳۳　ایضاً　اقبال اور کشمیر ص ۱۷۱

۳۴　لمحے لمحے　جگن ناتھ آزاد نمبر ص ۶۰

۳۵　ڈاکٹر منظر اعظمی　لمحے لمحے آزاد نمبر　ص ۹۱ تا ۹۲

۳۶　جگن ناتھ آزاد　نشانِ منزل ص ۱۸۱

۳۷　شیخ سر عبدالقادر　نذرِ اقبال مشمولہ جگن ناتھ آزاد اور اس کی شاعری مرتبہ حمیدہ سلطان احمد ص ۱۹۳ تا ۱۹۴

۳۸　جگن ناتھ آزاد　Mind and Art Page 106—Iqbal

۳۹　امین بنجارا　رُودادِ اقبال ص ۸